

ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 02. October-December 2025.Page# 5210-5220
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Critical Review of Dr. Rashid Shaz's Approaches to Understanding the Quran

فہم قرآن میں ڈاکٹر راشد شاز کے مناہج کا تنقیدی جائزہ

Mufti Irfan Fazil
PhD Scholar, Riphah International University, Islamabad
Irfazil660@gmail.com
Dr. Yasir Ahmad Zeerak
Assistant Professor, Bahria University Islamabad
yasirzeerak@gmail.com

Abstract:
The interpretation of the Holy Quran has played a central role in shaping Muslim intellectual and scholarly traditions throughout history. Scholars of different periods have explained its teachings in light of their intellectual and social contexts. In the modern era, however, a key challenge is how to understand the eternal message of the Quran while addressing changing intellectual and cultural realities.

In this regard, scholars such as Sir Syed Ahmad Khan and Syed Abul A'la Maududi made significant contributions. In the contemporary period, Dr. Rashid Shaz has also presented new perspectives on understanding the Quran. Although some studies have examined his views on religion and Islamic jurisprudence, his approaches to Quranic understanding have not yet received comprehensive critical analysis.

This study critically examines Dr. Rashid Shaz's methods of understanding the Quran, focusing on his intellectual and ideological perspectives and comparing them with those of classical Quranic scholars. The research follows a qualitative, analytical and comparative approach, drawing on the Quran, *Ḥadīth* and *Sunnah*, classical scholarly sources and Dr. Rashid Shaz's own writings.

The study argues that *Ḥadīth* and *Sunnah*, after the Quran, are the most authoritative sources for understanding its teachings. Ignoring or reducing their authority weakens the established framework of Quranic interpretation. Clear and decisive Quranic injunctions cannot be changed, while verses open to interpretation allow for *Ijtihād* in light of changing circumstances. Therefore, Dr. Rashid Shaz's position on changing all types of Quranic injunctions is not academically sustainable. The study also establishes that denying *Naskh* contradicts clear Quranic evidence, the established principles of *Tafsīr* and the collective understanding of Muslim scholars. Similarly, *Sabʿat al-Aḥruf* (the Seven Letters) represents an established part of Muslim scholarly and historical tradition and its complete rejection lacks sound academic grounds.

Keywords: Dr. Rashid Shaz, Quranic Understanding, Rediscovery of True Islam, Authority of *Ḥadīth* and *Sunnah*, *Sabʿat al-Aḥruf, Naskh*.

تمہید:

قرآنِ مجید کی تعبیر و تفسیر اسلامی فکری روایت کا ایک نہایت حساس اور بنیادی علمی شعبہ ہے، جس نے صدیوں تک مسلم تہذیب کی فکری سمت اور علمی شناخت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر دور میں اہلِ علم نے اپنے اپنے علمی و فکری پس منظر کے مطابق قرآن کے مفاہیم کو سمجھنے اور نئے تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی، تاہم جدید و معاصر دور میں یہ سوال زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے کہ قرآن کے ابدی پیغام کو تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کے فکری و تہذیبی مسائل کے ساتھ کس طرح ہم آہنگ کیا جائے؟ اس سوال کے جواب میں متعدد اہلِ علم نے قرآن کریم کے مفاہیم کی تعبیر و تفسیر کو معاصر فکری و تہذیبی تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ ماضی میں اس حوالے سے نمایاں کام کرنے والی شخصیات میں سر سید احمد خان اور سید ابو الاعلیٰ مودودی کے نام قابلِ ذکر ہیں، جب کہ معاصر ہندوستانی اہلِ علم میں ڈاکٹر راشد شاز نے بھی اس موضوع پر ایک منفرد نقطۂ نظر پیش کیا ہے جو علمی و تحقیقی مطالعے کا متقاضی ہے۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت:

پاکستان کا علمی اور دینی منظر نامہ مختلف فقہی، تفسیری اور فکری رجحانات کا حامل ہے۔ ایسے ماحول میں فہمِ قرآن کے روایتی اور معاصر مناہج کا علمی مطالعہ اور ان کے مابین اصولی ہم آہنگی کی حدود کا تعین ایک اہم علمی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر راشد شاز نے قرآن مجید کی تشریح، نسخ، احکام کی زمان و مکان کے تناظر میں تطبیق، حدیث کی حجیت اور سبعۃ احرف جیسے اہم مباحث میں بعض منفرد آرا اور نئے زاویہ ہائے نظر پیش کیے ہیں۔ ان آرا کے اثرات نہ صرف فہمِ قرآن کے اصول و مناہج پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ فقہی اور اجتہادی مباحث سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔ اس لیے ان کے تفسیری مناہج اور متعلقہ علمی آرا کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ ضروری ہے تاکہ ان کے افکار کی علمی حیثیت متعین کرنے کے ساتھ ساتھ کلاسیکی تفسیری روایت سے ان کے اتفاق و اختلاف کے پہلوؤں کو بھی واضح کیا جا سکے۔

اگرچہ بعض محققین نے ڈاکٹر راشد شاز کے تصورِ دین اور فقہِ اسلامی سے متعلق ان کے افکار و رجحانات کا مطالعہ کیا ہے، تاہم دستیاب تحقیقی مواد کی روشنی میں فہمِ قرآن کے حوالے سے ان کے مناہج کا جامع اور مستقل تنقیدی جائزہ سامنے نہیں آتا۔ زیرِ نظر تحقیق اسی علمی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس میں ڈاکٹر راشد شاز کے فہمِ قرآن سے متعلق مناہج اور بنیادی آرا کا مطالعہ کیا جائے گا اور بالخصوص حدیث کی حجیت، قرآنی احکام کی زمانی و مکانی تطبیق، نسخ اور سبعۃ احرف جیسے اہم مباحث میں ان کے موقف کا کلاسیکی مفسرین کے افکار کی روشنی میں تجزیاتی و تنقیدی جائزہ لیا جائے گا تاکہ ان کے تفسیری رجحانات کی علمی و اصولی حیثیت متعین کی جا سکے۔

ڈاکٹر راشد شاز کا مختصر تعارف اور علمی پس منظر:

ڈاکٹر راشد شاز بھارت کے ممتاز مفکر، محقق، مصنف اور صحافی ہیں۔ آپ 5 فروری 1963ء کو بھارتی ریاست بہار کے ضلع دربھنگہ کی علمی و دینی بستی کمہرولی میں ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی علمی و فکری دلچسپی کے نمایاں موضوعات میں قرآن فہمی، اسلامی روایت، فقہ و حدیث اور مسلم معاشرے کی فکری تشکیلِ نو شامل ہیں۔ ڈاکٹر راشد شاز نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے میں حاصل کی۔ بعد ازاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا، جہاں سے بیچلر، ماسٹرز، ایم فل اور انگریزی ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ مزید برآں، عربی اور اسلامی علوم کے مطالعے کے لیے سوڈان کا سفر کیا، جہاں عربی زبان، اسلامیات اور دیگر متعلقہ علوم میں اپنی علمی استعداد کو وسعت دی۔

دورانِ تعلیم انہوں نے علمی و صحافتی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور رسالہ ''تجدید'' کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ ان کی تحقیقی دلچسپی کا بنیادی محور قرآن کی تفہیم، اسلامی روایت کا تنقیدی مطالعہ اور معاصر دور میں مسلم فکر کی تشکیلِ نو رہا ہے۔

فکری رجحانات اور منہجِ فہمِ قرآن:

ڈاکٹر راشد شاز کے فکری رجحانات میں قرآن کی مرکزیت، اسلامی روایت کا تاریخی و تنقیدی مطالعہ اور فقہ و حدیث کے مروجہ تصورات کا تجزیہ نمایاں ہیں۔ وہ قرآن مجید کو دین کا بنیادی اور قطعی ماخذ قرار دیتے ہیں اور قرآن فہمی میں رائج تفسیری و روایتی تصورات کے حوالے سے اپنا مخصوص نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ ان کے اہم فکری مباحث میں حدیث و سنت کی حجیت و حیثیت، قرآن مجید میں نسخ کا تصور، قرآنی احکام کی زمانی و مکانی تطبیق اور سبعۃ احرف کی تعبیر شامل ہیں۔ ان موضوعات پر ان کی آرا روایتی علمی موقف سے بعض پہلوؤں میں مختلف ہیں جو ان کے منہجِ فہمِ قرآن کے مطالعے اور تنقیدی تجزیے کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔

اہم قرآن سے متعلق اہم تصانیف:

ڈاکٹر راشد شاز نے قرآن فہمی اور اسلامی روایت کے مختلف پہلوؤں پر متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کی نمایاں تصانیف میں درج ذیل شامل ہیں:

1. اسلام میں تفسیر و تعبیر کا صحیح مقام

2. اسلام میں حدیث کا صحیح مقام
3. اسلام میں فقہ کا صحیح مقام
4. حقیقی اسلام کی بازیافت
5. ہم کیوں سیادت سے معزول ہوئے؟[1]

فہمِ قرآن میں ڈاکٹر راشد شاز کے مناہج:

ڈاکٹر راشد شاز کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فہمِ قرآن کے مناہج تین ہیں:

1۔ قرآن کی براہِ راست تفہیم:

ڈاکٹر راشد شاز قرآن مجید کو دین کا واحد، قطعی اور اصل ماخذ قرار دیتے ہیں اور اس کے ہر لفظ و مفہوم کو براہِ راست سمجھنے پر زور دیتے ہیں۔ ڈاکٹر راشد شاز کے نزدیک، مسلمانوں کا یہ رجحان کہ وہ قرآن مجید کے مطالعے کے باوجود براہِ راست قرآن سے فہم حاصل کرنے کی بجائے فقہائے متقدمین کی تقلید پر انحصار کرنا، علمی مطالعے کو محض ذاتی دلچسپی یا علمی مشغلے تک محدود کر دیتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ رویہ اختیار کرنے سے قرآن مجید کی خود مختار تشریح اور عملی اطلاق متاثر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر شاز کے مطابق قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے علماء کی تحقیقات پر قناعت کر لینے سے امت کی علمی و فکری پرواز متاثر ہوتی ہے اور فہم قرآن میں تجدیدی اور اجتہادی سوچ کے دروازے بند ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر راشد شاز نے لکھا:

> "بھلا جب چالیس پچاس سال کا قرآنی مطالعہ بھی ہمیں قران مجید سے راست اکتساب پر آمادہ نہ کر سکے اور ہم خود کو اس بات پر مجبور پائیں کہ اپنی عملی زندگی میں فقہائے متقدمین کی فہم و بصیرت کی تقلید کریں اور ان سے سرِ منہ انحراف کو نقیض ایمان جانیں تو پھر نصف صدی کی قرآن مطالعہ کو محض علمی تفنن و طبع کے علاوہ اور کیا کہا جا سکے گا۔ اس بات پر ایمان کے باوجود کہ قرآن مجید خدا کی آخری کتاب ہے اور دین کی تکمیل عہدِ رسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہو گی، آخر کیا وجہ ہے کہ بعد کی صدیوں میں آنے والے علماء و مفکرین کو ہم نے اساطین دین قرار دے رکھا ہے"۔[2]

ڈاکٹر راشد شاز نے دوسرے مقام پہ لکھا:

> "ہم اب تک اس خام خیالی میں مبتلا رہے کہ فقہا و محدثین اور تاریخ و اثار کے بغیر قران مجید کو نہیں سمجھا جا سکتا، حالانکہ ان تمام علوم کی حیثیت ثانوی تاریخی اور زنی ہے جنہیں معاون علم کے طور پر تو برتا جا سکتا ہے انہیں دائمی فیصلہ کن حیثیت نہیں دی جا سکتی"۔[3]

ڈاکٹر راشد شاز کے مطابق قرآن مجید کا براہِ راست مطالعہ امتِ مسلمہ کو متن کی اصل روح اور مقاصد تک پہنچنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ مطالعہ نہ صرف الفاظ و معانی کی گہرائی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، بلکہ اجتہادی اور فکری آزادی بھی فراہم کرتا ہے، جس سے ہر فرد اپنی علمی و عملی زندگی میں قرآن کی روشنی میں راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

2۔ حدیث کو تاریخی ریکارڈ قرار دینا:

ڈاکٹر راشد شاز کے مطابق قرآن مجید کا براہِ راست مطالعہ امتِ مسلمہ کو متن کی اصل روح اور مقاصد تک پہنچنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ مطالعہ نہ صرف الفاظ و معانی کی گہرائی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، بلکہ اجتہادی اور فکری آزادی بھی فراہم کرتا ہے، جس سے ہر فرد اپنی علمی و عملی زندگی میں قرآن کی روشنی میں راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر راشد شاز کے نزدیک حدیث رسول ﷺ کی اپنی اہمیت ہے، لیکن ان کے نزدیک وحی کا تعلق صرف قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کو وحی کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ ان کے نزدیک کتبِ احادیث، کتبِ سیرت اور تاریخی کتابوں میں آپ ﷺ میں جو کچھ ہے، وہ ظنی ہے۔ اس پر آنکھیں بند کر کے یقین کرنا مشکل ہے۔ اس

---

[1] ۔ڈاکٹر راشد شاز، ادراکِ زوال اُمت (نئی دہلی: ملی پبلی کیشنز، 2003ء)، 1/572؛ نازش ہما قاسمی ، "ہاں میں راشد شاز ہوں"، ممبئی اردو نیوز/ بصیرت آن لائن، 6 /225 (3/ ستمبر 2018ء)۔

[2] ۔ ڈاکٹر راشد شاز، اسلام: مستقبل کی بازیافت (دہلی: ملی پبلکیشنز 2005ء)، 10۔

[3] ۔ ڈاکٹر راشد شاز، ادراک زوال امت (دہلی: ملی پبلکیشنز، 2018ء)، 2/503۔

لیے کوئی بھی شخص رسول اللہ ﷺ کے ایام اور آثار کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، لہٰذا ہمیں جناب نبی کریم ﷺ کے اسوۂ رسول کو سمجھنے کے لیے قطعی وحی یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ آپ نے لکھا:

"ہمیں کہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تاریخ بہر حال تاریخ ہے، جسے مصدقہ وحی کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ ثانیاً کسی تاریخ نویس میں یہ وسعت نہیں ہو سکتی کہ وہ 23 سالہ پیغمبرانہ شب و روز کو، جس کا ایک ایک لمحہ زمانوں کے ابعاد پر مشتمل ہو، اُسے تمام تر تفصیلات، جزئیات اور ماحولیاتی کیفیت کے ساتھ رقم کر سکے۔ سیر و تاریخ کی ضخیم حجیم کتابیں زیادہ سے زیادہ بعض اہم یا نسبتاً اہم واقعات کا گوشوارہ بناتی ہیں، لیکن 23 سال کی جلوہ سامانیوں میں کون سا لمحہ اہم تھا اور کون سا غیر اہم، اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ تاریخ کے ذریعے تاریخ کو Re-create کرنے کا عمل زیادہ سے زیادہ ہمیں جو کچھ فراہم کر سکتا ہے وہ ایامِ رسول کا ایک مجمل مبہم ناقص ریکارڈ اور بس۔ پھر ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کیا راستہ رہ جاتا ہے کہ ہم ایام اور آثار اور اسوۂ رسول کو تاریخ کے بجائے قرآن کے ذریعے متصور کرنے کی کوشش کریں تو یقیناً ایک ایسی کتاب ہے، جہاں نہ صرف یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز اپنی تمام تر ابعاد کے ساتھ جلوہ گر ہیں، بلکہ انبیاء سابقہ کے منور لمحوں کا بیان اور وحی سابقہ کی تجلیاں بھی بڑی حد تک یہاں مرتکز ہو گئی ہیں "۔[4]

ڈاکٹر راشد شاز کے نزدیک احادیث کا بیان چونکہ روایوں سے ہوا اور وہ انسان ہیں۔ اس لیے ان پر اعتماد مشکل ہے، اس لیے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ رسول کو سمجھنے کے لیے ایک قطعی ماخذ کی ضرورت ہے، جو قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے، لہٰذا ہمیں اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ قرآن مجید جیسے قطعی ماخذ کی موجودگی میں دوسرے انسانی تاریخ پر غیر معمولی انحصار پیغمبر کی شخصیت کے نمایاں اوصاف اور امتیازات کو اوجھل کرنا ہے۔ وحی جو قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے، اس کے علاوہ دیگر ماخذ پر انحصار امم سابقہ کا شیوہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اسوۂ رسول کی ایک لازوال اور مصدقہ ماخذ کی موجودگی میں انسانی تاریخ پر غیر معمولی انحصار سے خطرہ اس بات کا ہے کہ ایک ماورائے تاریخ میں پیغمبر کی شخصیت کہیں ایسا نہ ہو کہ تاریخ کے انسانی قالب میں اوجھل ہو جائے۔ قرآن مجید کی غیر محرف موجودگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی عالمی اور بے زمانی حیثیت ہم سے اس بات کی طالب ہے کہ ہم امم سابقہ کی طرح اپنے رسول کے ایام اثار کو تاریخ کے بجائے ماورائے تاریخی انداز سے پڑھنے کی کوشش کریں اور ایسا تبھی ممکن ہے جب ہم مدینۃ الرسول کی زمانے اور ماحولیاتی تجسیم کو تاریخ سے کہیں زیادہ Archetypal History کی حیثیت سے دیکھ سکیں، ورنہ امام سابقہ کی طرح ہمارے یہاں بھی اسوہ کی تلاش کا عمل محض ایک تاریخی مطالعہ بن کر رہ جائے گا۔ ایک ایسی تاریخ جو اپنی تصدیق کے لیے اپنے ہی جیسے کمزور ماخذ یعنی تاریک کے محتاج ہوتی ہے "۔[5]

3۔ قرآن مجید کی بین المذاہب ہم آہنگ تعبیر و تفسیر:

ڈاکٹر راشد شاز کی قرآنی فکر میں قرآن کو ایک ایسی آفاقی کتاب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو مذہبی تقسیمات سے بالاتر ایک مشترکہ اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کا بنیادی اصرار یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ دینِ ابراہیمی کی آخری کڑی اور اپنے عہد کے تمام اہلِ حق کے قائد ہیں، خواہ یہ اہلِ حق کسی بھی مذہبی روایت میں پیدا ہوئے ہوں۔ ڈاکٹر شاز کے مطابق قرآن کی نظر میں رنگ، نسل، مذہبی شناخت اور تاریخی وابستگیاں اُس وقت غیر اہم ہو جاتی ہیں جب کوئی فرد ظلم، شرک اور اخلاقی بگاڑ کے خلاف کھڑا ہو اور اپنے قول و فعل سے کسی نہ کسی درجے میں " أسلمنا "یعنی خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی شہادت دے رہا ہو۔

ڈاکٹر راشد شاز کے منہج میں قرآن مجید ایسی تفسیر کا تقاضا کرتا ہے جو مختلف مذاہب اور الہامی روایات کے افراد کو متحدہ اخلاقی موحدانہ صف کا حصہ تصور کرے، نہ کہ انہیں خارجی یا متصادم گروہوں میں تقسیم کرے۔ ڈاکٹر راشد شاز لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر راشد شاز کے مطابق ایسے تمام لوگ جو حق کی تلاش میں ہیں، ظلم کے خلاف کھڑے ہیں، اور عملی طور پر خیر کے خیمے میں ہیں، وہ "أســـلمنا" کے حاملین کے ساتھ اشتراکِ عمل اور اشتراکِ مقصد رکھتے ہیں، اور قرآن ہمیں اسی وسیع دائمی اُفق کے اندر بین المذاہب ہم آہنگی، اخلاقی یکجہتی اور قیادت کا اصولی فریم ورک فراہم کرتا ہے۔ اس طرح ڈاکٹر شاز کا منہج قرآن کی ایسی تعبیر پیش کرتا ہے جو بین المذاہب تعلقات کو

---

[4]۔ ڈاکٹر راشد شاز، ادراک زوال امت (دہلی: ملی پبلکیشنز، 2018ء)، 1/198۔

[5]۔ ایضاً۔

تصادم سے نکال کر ایک اخلاقی اتحاد کی بنیاد پر استوار کرتی ہے۔ قرآن مجید کا یہ اصرار ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین براہیمی کے علمبردار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اپنے عہد میں تمام اہل حق کے سردار کیے خواہ وہ کسی بھی مذہبی گھرانے میں پیدا ہوا ہو یا اس کا کچھ بھی Background ہو رنگ و نسل علاقائی نسبتیں کلمہ حق کے راستے میں اپنا اعتبار کھو دیتے ہیں۔ آج بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جن پر تمام دنیا کے اہل حق کی امامت کا فریضہ عائد کیا گیا ہے، اصولی طور پر انہیں تمام لوگوں کی قیادت کرنی ہے جو ظلم شرک اور دوسری خباثتوں سے برسرپیکار ہی۔ جو اپنے قول و عمل سے ہر عمل ہر لمحہ کسی نہ کسی درجے میں "اَسلمنا" کی گواہی دے رہے ہیں۔۔۔ اگر وہ ظلم کے خلاف اپنے قول و فعل سے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ وہ ظالموں کے خیمے سے نہیں ہے تو ایسی صورت میں انہیں ان لوگوں میں شمار کیا جائے گا جن کا تعاون میں "أسلمنا" کے خیمے کو مضبوط کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی واضح بنیاد موجود ہے:"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ"ہمارے لیے "أسلمنا" کے حاملین کو جمع کرنے اور ان کی قوتوں کو Channel کرنے کی ایک نظری بنیاد فراہم کرتا ہے"۔[6]

ڈاکٹر راشد شاز کے مطابق ایسے تمام لوگ جو حق کی تلاش میں ہیں، ظلم کے خلاف کھڑے ہیں، اور عملی طور پر خیر کے خیمے میں ہیں، وہ "اسلمنا" کے حاملین کے ساتھ اشتراکِ عمل اور اشتراکِ مقصد رکھتے ہیں، اور قرآن ہمیں اسی وسیع دائمی اُفق کے اندر بین المذاہب ہم آہنگی، اخلاقی یکجہتی اور قیادت کا اصولی فریم ورک فراہم کرتا ہے۔ اس طرح ڈاکٹر شاز کا منہج قرآن کی ایسی تعبیر پیش کرتا ہے جو بین المذاہب تعلقات کو تصادم سے نکال کر ایک اخلاقی اتحاد کی بنیاد پر استوار کرتی ہے۔

حدیث کی حجیت کے بارے میں جناب ڈاکٹر راشد شاز کا موقف:

ڈاکٹر راشد شاز کے نزدیک وحی کا مفہوم روایتی تعبیرات سے بنیادی طور پر مختلف ہے اور وہ اسے صرف قرآن مجید تک محدود قرار دیتے ہیں۔ ان کے استدلال کی بنیاد یہ مفروضہ ہے کہ وحی ایک واحد، غیر مرکب اور متنِ الٰہی ہے جس کی کسی دوسری شکل کو تسلیم کرنا دراصل اس کی اصل داخلی وحدت کو متاثر کرتا ہے۔ ڈاکٹر راشد اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلامی علمی روایت میں وقت کے ساتھ جو تصورِ وحی متلو اور وحی غیر متلو پیدا ہوا، یہ بات قرآن کے اس دعوے سے میل نہیں کھاتی کہ ہدایت کے لیے وہ خود کافی ہے اور اس کے اپنے الفاظ بھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ ان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی، وہ مکمل طور پر قرآن مجید میں متحقق ہے، لہٰذا قرآن سے باہر کسی اضافی وحی کا دعویٰ خود قرآن کی مرکزیت اور حاکمیت کے خلاف جاتا ہے۔ اسی تناظر میں وہ لکھتے ہیں:

"ہمارے یہاں بھی دو قسموں کی وحی کا عقیدہ در آیا ہے، ایک کو وحی متلو اور دوسرے کو وحی غیر متلو قرار دیا گیا، کہا گیا کہ وحی متلو قرآن کی شکل میں محفوظ ہے اور وحی غیر متلو وہ احکام و فرامین ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے علاوہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے تھے۔۔۔ جمہور مسلمانوں میں اس عقیدت نے اپنی جگہ بنالی کہ وحی کا مکمل بیان صرف قرآن مجید میں نہیں ہے، بلکہ اس سے باہر بھی بہت کچھ موجود ہے۔۔۔ یہ دراصل اپنی خواہشات کو آیات الٰہی پر مسلط کر دینے کے مترادف ہے"۔[7]

اس عبارت میں ڈاکٹر راشد شاز بنیادی نکتہ متعین کرتے ہیں کہ اگر وحی کو دو الگ الگ انواع میں تقسیم کیا جائے تو اس سے نہ صرف ایک نظری تضاد پیدا ہوتا ہے، بلکہ قرآن کی وہ حاکمانہ حیثیت بھی کمزور ہوتی ہے جو وہ خود اپنے بارے میں بیان کرتا ہے۔ ان کے مطابق وحی کا ایسا دو سطحی نظریہ تاریخی اضافات کا نتیجہ ہے جسے علمی و اعتقادی طور پر از سرِ نو پرکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی بنیاد پر وہ اسوۂ رسول ﷺ کے تعین کے معاملے میں بھی کسی غیر قرآنی ماخذ پر انحصار کو علمی طور پر محلِ نظر سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اسوۂ حسنہ کا اصل حوالہ وہی وحی ہے جو قطعی اور محفوظ شکل میں موجود ہے اور یہ وحی صرف قرآن ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"وحی کی ماہیت کے سلسلے میں قرآن مجید نے امر ربی کہہ کر جس غیر ضروری بحث کا دروازہ بند کر دیا تھا، اسے دوبارہ کھولنے سے یہ ہوا کہ عام ذہنوں میں وحی ربانی کی وہ مرکزی اور ناقابل چیلنج حیثیت متزلزل ہو گئی قرآن مجید کو (supreme authority) کے بجائے دوسرے قابلِ اعتماد ماخذ کی طرح ایک ماخذ کی حیثیت دے دی گئی۔۔۔ آنے والے دنوں میں جب اصول فقہ پر باقاعدہ کتابیں لکھی جانے لگی کسی کو اس بات کا خیال کم ہی آیا

---

[6]۔ ڈاکٹر راشد شاز، غلبۂ اسلام اور دوسری تحریریں (دہلی: ملی پبلکیشنز، 2003ء)، 1/234۔

[7]۔ شاز، ادراکِ زوالِ اُمت، 1/59-58۔

کہ قرآن مجید کے علاوہ دوسرے تینوں ماخذ میں وحی ربانی کی تابانی کے بجائے دانش انسانی کا ظہور پایا جاتا ہے"۔[8]

اس اقتباس میں وہ دو باتیں یکسوئی سے واضح کرتے ہیں: پہلی یہ کہ اسوۂ رسول ﷺ کی بنیاد غیر وحی پر نہیں رکھی جاسکتی۔ دوسری یہ کہ وحی سے باہر کسی اضافی علمی و اخلاقی حجت کی تسلیم ہی درحقیقت اس وحی کے تقدس اور قطعیّت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔

ان دونوں اقتباسات کی روشنی میں ڈاکٹر راشد شاز کا نظریہ واضح طور پر یہ ہے کہ قرآن کے علاوہ کسی بھی متن یا روایت کو وحی کا درجہ دینا علمی اور اصولی سطح پر قابلِ قبول نہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی علمی روایت میں وحی کے تصور کو تاریخی توثیقات اور فکری توسیعات نے جس طرح پھیلایا، وہ قرآن کے اصل منشا اور اس کے اعلان کردہ معیارِ حجیت سے متصادم ہے، لہٰذا ان کی رائے میں مسلمانوں کے فکری احیا کی بنیاد اسی وقت ممکن ہے کہ جب وحی کی تعریف کو خالص قرآن مجید تک محدود رکھا جائے اور تمام دینی استدلال اسی ایک قطعی ماخذ سے ماخوذ ہوں۔

حدیث کی حجیت کے بارے میں ڈاکٹر راشد شاز کے موقف کا تجزیہ:

ڈاکٹر راشد شاز کا حدیث کی حجیت کے بارے میں سوال اٹھانا اور اسے وحی کے بجائے صرف تاریخی حیثیت دینا متعدد نصوص کے خلاف ہے۔ حدیث دراصل قرآن کی تشریح ہے۔ یہ وہ روشنی ہے جس سے اللہ کی کتاب کے مشکل اور گہرے مضامین واضح ہوتے ہیں۔ شروع سے لے کر آج تک مسلمانوں کا یہی فہم رہا ہے، اور اسی کی بنیاد پر قرآن کے احکام اپنی اصل صورت میں سمجھے جاتے ہیں اور عمل میں یقین پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ قرآن ادبی اور فصاحتی اعتبار سے اعلیٰ ترین مقام رکھتا ہے، اس لیے اس کے اندازِ بیان میں معانی اور حکمت کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ حدیث وہ ذریعہ ہے جس سے یہ پہلو کھل کر سامنے آتے ہیں اور قرآن کے معانی میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اگر قرآن کے اس فہم کو حدیث سے الگ کر دیا جائے تو ہر مسئلے میں تاویل اور اختلاف کی بے شمار صورتیں پیدا ہو جائیں گی اور امت کسی ایک نقطے پر متفق نہیں رہ سکے گی۔ ہمیشہ سے کتاب و سنت کی نصوص امت کے اجتماعی فہم کے ساتھ مل کر آگے بڑھتی آئی ہیں اور اسی سے دین کی سمجھ بوجھ میں توازن اور تسلسل قائم رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کے ذریعے ہی نہیں، بلکہ آپ ﷺ کے خیالات، سوچ اور عمل کو بھی اپنی خاص رہنمائی (وحی) عطا فرمائی۔ جس طرح قرآن پاک (علم الکتاب) میں الفاظ اور معنی دونوں محفوظ اور معصوم ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی ذات بھی گناہوں سے پاک اور معصوم ہے۔ لیکن جو باتیں قرآن مجید کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے احادیث مبارکہ کی صورت میں ملی ہیں، ان میں صرف معنی اور مفہوم کی حفاظت ضروری ہے، الفاظ بدل سکتے ہیں۔ اسی لیے حدیث کو روایت بالمعنی (مفہوم کے ساتھ روایت کرنا) بھی کہا جاتا ہے اور یہی اللہ کے وعدے کی تکمیل ہے کہ وہ دین کو محفوظ رکھے گا۔ ایسی بہت سی شہادتیں موجود ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے علاوہ بھی نبی ﷺ کو بار بار وحی (ہدایت) بھیجتے رہے۔ یہ وہ وحی ہے جس کی تلاوت قرآن کی طرح نہیں کی جاتی، اسی کو ہم "وحیِ غیر متلو" کہتے ہیں اور یہی حدیث کہلاتی ہے۔

پہلی شہادت:

خاص کر قرآن کریم کی شہادتوں کو دیکھا جائے تو قرآن کریم کی سورۂ تحریم میں ہے: "وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ"[9]۔ (اور یاد کرو جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کے طور پر ایک بات کہی تھی۔ پھر جب اس بیوی نے وہ بات کسی اور کو بتلا دی، اور اللہ نے یہ بات نبی پر ظاہر کر دی تو اس نے اس کا کچھ حصہ جتلا دیا اور کچھ حصے کو ٹال گئے۔ پھر جب انھوں نے اس بیوی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگیں کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟ نبی نے کہا کہ: مجھے اس نے بتائی جو بڑے علم والا، بہت باخبر ہے۔[10])

سورۃ التحریم کی مذکورہ آیت میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ واضح طور پر قرآن کے متن سے خارج ایک الہامی اطلاع کی نشاندہی کرتا ہے۔ آیت کے مطابق نبی ﷺ نے اپنی زوجہ سے ایک رازدارانہ گفتگو کی، جو بعد میں ظاہر ہو گئی، اور اللہ تعالیٰ نے براہِ راست نبی کریم ﷺ کو اس کے انکشاف کی خبر دی۔ نبی کریم ﷺ نے اس الٰہی اطلاع کے بارے میں کہا: "نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ" ۔ یعنی مجھے اس کی خبر اللہ نے دی ہے۔ یہ جملہ اس حقیقت کی طرف صریح اشارہ کرتا ہے کہ نبی ﷺ کو "نبأ" یعنی الٰہی خبر قرآن کریم کے علاوہ بھی دی جاتی تھی اور یہ خبر اسی درجۂ صداقت و قطعیت کی حامل تھی، جس درجے کی وحیِ متلو ہوتی ہے، اگرچہ وہ قرآن میں شامل نہیں کی

---

[8]۔ ڈاکٹر راشد شاز، اسلام: مسلم ذہن کی تشکیل جدید (دہلی: ملی پبلکیشنز، 2025ء)، 114۔

[9]۔ القرآن: 66/3۔

[10]۔ مفتی محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن (کراچی: معارف القرآن، 2010ء)، 1766۔

گئی۔

علمی اعتبار سے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وحی کا دائرہ صرف ان الفاظ تک محدود نہیں جو قرآن میں محفوظ ہیں، بلکہ قرآن کریم سے باہر بھی نبی ﷺ کو اللہ کی جانب سے ایسی رہنمائی، تنبیہ اور اطلاعات دی جاتی تھیں جو تشریعی و اخلاقی راہنمائی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ چونکہ یہ اطلاعات براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں، اس لیے ان کی معرفت کو محض ذاتی رائے یا انسانی کوشش قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نبی ﷺ کی ان باطنی و خارجِ قرآن ہدایات کو ہی وحیِ غیر متلو کہا جاتا ہے، اور دینی حجیت اسی بنیاد پر ان کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں مذکور واقعہ اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ میں اس بات کی بنیادی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ حدیث جو نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ الہامی نوعیت کی تعلیمات پر مشتمل ہے، دین میں حجت اور استناد کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ اس کی جڑ وحیِ ربانی ہی میں پیوست ہے۔

دوسری شہادت:

حدیث مبارک کے وحی ہونے پر قرآن مجید کی دوسری شہادت سورہ حشر میں ہے:" مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ"[11]۔(تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا انہیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا اور اس لیے تھا تاکہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔[12])

سورۂ حشر کی مذکورہ آیت حدیث کی حجیت پر نہایت مضبوط اور اصولی شہادت فراہم کرتی ہے، کیونکہ درخت کاٹنے یا انہیں برقرار رکھنے کا کوئی حکم قرآن مجید میں کہیں موجود نہ تھا۔ اس کے باوجود قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کے اس اقدام کو "اذنِ الٰہی" قرار دیا۔ یہ تعبیر اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے، اقوال اور عملی ہدایات محض تاریخی واقعات یا بشری آرا نہیں، بلکہ ان سب کا صدور اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور تائید کے تحت ہوتا ہے۔ قرآن کی یہ توثیق بتاتی ہے کہ غیر منصوص معاملات میں بھی نبی ﷺ کا فیصلہ شریعت کا درجہ رکھتا ہے، کیونکہ قرآن مجید اسے اپنی سند عطا کرتا ہے۔ اگر نبی ﷺ کا حکم قرآن مجید سے باہر ہونے کی وجہ سے واجب الاتباع نہ ہوتا تو قرآن اسے "اذنِ الٰہی" کی عظیم الشان سند ہرگز فراہم نہ کرتا۔

سنت و حدیث کو وحیِ غیر متلو کے طور پر قبول کرنا محض ایک تاریخی تعبیر نہیں بلکہ قرآن کے داخلی استدلال کا منطقی تقاضا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق رسول اللہ ﷺ صرف پیغام پہنچانے والے نہیں، بلکہ عملی و قانونی راہنمائی کے مجاز مامور بھی ہیں، جن کے فیصلے اللہ کی تائید کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا احدیث کو محض انسانوں کی بنائی ہوئی دستاویز یا تاریخی ریکارڈ قرار دینا، دراصل اس قرآنی تصورِ رسالت کی تردید کے مترادف ہے جس کے تحت نبی ﷺ کی سنت شریعت کا ایک زندہ، معتبر اور لازمی ماخذ ہے۔ یوں قرآن کی روشنی میں حدیث کو محض تاریخی مواد سمجھنا علمی طور پر کمزور اور نصوصِ قطعیہ سے متصادم موقف قرار پاتا ہے۔

ڈاکٹر راشد شاز کا احکامِ قرآنی میں تغیر کا تصور:

ڈاکٹر راشد شاز کے نزدیک قرآن مجید کے احکام ایک ابدی الہامی متن کے طور پر قطعی ہے۔ یہی واحد الہامی اور قطعی ماخذ ہے کہ جس پر پورے وثوق کے ساتھ یقین اور اعتقاد رکھا جاسکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے احکا کے اطلاقات (Applications) تاریخی، سماجی اور تمدنی حالات کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق وحی کے متن (Text) کی معنویت اس کے سیاق و سباق (Context) سے گہرا رشتہ رکھتی ہے، لہٰذا جب انسانی معاشرے کی ساخت، ذمہ داریوں کی تقسیم، سماجی انصاف کے پیمانے اور معاشرتی تقاضے بنیادی طور پر بدل جائیں تو بعض احکام کے عملی نفاذ (Implementation) کے پیرامیٹرز اور معیار بھی نئے تناظر میں از سرِ نو متعین کرنے پڑتے ہیں۔

ڈاکٹر شاز کا مؤقف یہ ہے کہ شریعت کا مقصدِ اوّل عدل، اخلاقی توازن اور انسانی فلاح کا قیام ہے۔ اس لیے اگر کسی دور میں کسی حکم کی اصل روح اور مقصد اس وقت کے عملی نفاذ سے پورا نہ ہو رہا ہو، تو اہلِ علم پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید کی اصولی ہدایات، اخلاقی مقاصد اور عدل کے معیارات کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ حالات کے مطابق اس کے اطلاقات میں علمی و فقہی اجتہاد کریں۔ ڈاکٹر راشد شاز لکھتے ہیں:

> "اب آیئے! اس نقطہ کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ ساتویں صدی میں نازل ہونے والی کتاب جب اکیسویں صدی میں خلاقانہ دل و دماغ اور مؤمنانہ بصیرت کے ساتھ پڑھی جائے گی تو یہ عمل اپنے اندر کن اندیشوں اور امکانات کا حامل ہو گا۔ مثال کے طور پر آیت وراثت کو لیجئے جہاں بیٹی کے مقابلے میں بیٹے کو یک گونہ فوقیت حاصل ہے، ساتویں صدی کے پدرانہ عرب معاشرے میں جہاں عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا کوئی بوجھ نہ تھا، نان و نفقہ کی ذمہ داری سے وہ یکسر آزاد تھی، باپ، شوہر، بھائی اور مختلف قرابت کے رشتوں کے ذریعہ اسے جو کچھ بھی ملتا اس کی حیثیت ایک جمع

---

[11]۔ القرآن: 59/5۔

[12]۔ عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، 1703۔

پونجی کی ہوتی، جب کہ مرد وارثین سماجی اور عائلی ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبے ہوتے۔

ایک ایسے معاشرے میں وراثت کی یہ ترتیب عورت کے حق میں تھی؛ البتہ آج شہری زندگی میں بالخصوص مغرب کے بڑے شہروں میں جہاں عورت اور مرد کو اپنی انفرادی حیثیت میں زندگی کا مکمل بوجھ اٹھانا پڑ رہا ہے وہاں باپ کے ترکہ میں بیٹی کو مساوی حصے سے محروم کرنا ہو سکتا ہے سماجی انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو۔ جو لوگ حضرت عمر کے فہم انصاف سے واقف ہیں ان کے لئے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہ ہو گا کہ آپ نے حالات کے بدل جانے کی وجہ سے سابقہ نظائر کو کس طرح بدل دیا حتی کہ قطع ید کی قرآنی نص وقتی طور پر اس وجہ سے منجمد کر دی گئی کہ قحط کے زمانے میں اس حد کا اطلاق قرین انصاف نہ تھا۔ اس کے برعکس جو لوگ اس بات پر اصرار کریں کہ فہم قرآن کے ہمارے نتائج متقدمین کی تعبیرات سے عین مطابق ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ اکیسویں صدی کی دنیا میں ساتویں صدی کا ماحول فراہم کریں کہ Text کی معنویت اور اس کے اطلاقات Context کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر Context بدل جائے تو Text کے اطلاقات بھی لازماً بدل جائیں گے۔" [13]

ڈاکٹر راشد شاز کا احکامِ قرآنی میں تغیر کے تصور کا تجزیہ:

ڈاکٹر راشد شاز کے اس مؤقف میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ وہ قرآنی متن (Text) اور اس کے اطلاقات (Applications) کے باہمی فرق کو پوری طرح واضح نہیں رکھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم ایک ابدی الہامی متن ہے، لیکن اس کے احکام کی عملی صورتیں معاشرتی حالات کے بدلنے کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ بظاہر یہ نکتہ تطبیقی سطح پر درست محسوس ہوتا ہے، لیکن جب اسے قطعی احکام پر منطبق کیا جاتا ہے تو یہ تعبیر، اسلامی اصولِ قانون سے متصادم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی محکم آیتوں میں تغیر اور تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں، جو تبدیلیاں حکمتِ خداوندی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو منظور تھیں، وہ سب دورِ نبوت میں انجام پا چکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اب قرآنِ پاک کی کسی آیت میں کسی بھی طرح کی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ اپنی دلالت اور حیثیت میں غیر متبدّل ہیں۔ اُن کے اندر کسی بھی طرح کی تبدیلی نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ممکن نہیں۔ اطلاق میں زمانی فرق آسکتا ہے، مگر حکم اپنی اصل میں ہمیشہ ثابت رہتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرعی احکام دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک احکام کی وہ قسم ہے جو قطعی الدلالۃ ہوتی ہے۔ جس میں کسی قسم کے تغیر یا تبدل کی گنجائش نہیں ہوتی، جب کہ دوسرے قسم کے احکام وہ ہوتے ہیں، جنہیں اجتہادی احکام کہا جاتا ہے اور اجتہاد بھی عرف اور مصلحت کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ ایسے احکام میں عرف وغیرہ کے بدلنے سے تبدیلی آسکتی ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو یوں بیان کیا: " الأحكام نوعان:نوع لا يتغير عن حالة واحدة هو عليها لا بحسب الأزمنة ولا الأمكنة ولا اجتهاد الأئمة كوجوب الواجبات وتحريم المحرمات والحدود المقدرة بالشرع على الجرائم ونحو ذلك فهذا لا يتطرق إليه تغيير ولا اجتهاد يخالف ما وضع عليه، والنوع الثاني:ما يتغير بحسب اقتضاء المصلحة له زمانا ومكانا وحالا كمقادير التعزيرات وأجناسها وصفاتها"۔ [14] (احکام دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک قسم وہ ہے جو ہمیشہ اپنی اصل حالت میں برقرار رہتی ہے۔ وقت، جگہ اور اماموں کے اجتہاد سے اس میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ جیسے واجبات کا فرض ہونا، محرّمات کا حرام ہونا، اور شرع کے مطابق جرائم پر مقرر حدود وغیرہ۔ یہ قسم کسی تبدیلی یا اجتہاد کے ذریعہ اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ دوسری قسم وہ ہے جو وقت، جگہ یا حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہے، جیسا کہ تعزیرات کی مقداری مقدار، اقسام اور ان کی صفات۔)

ڈاکٹر راشد شاز نے میراث میں بیٹی کے حق کے اطلاق میں معاشرتی حالات اور زمانے کی تبدیلی کے تناظر میں اجتہادی نکتہ نظر پیش کیا ہے، تاہم یہ موقف قرآن مجید کی قطعی نصوص کے منافی ہے۔ قرآن میں بیٹی کے حصے کا حکم صراحت اور قطعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کی اجتہادی تبدیلی یا انسانی رائے کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ قطعی احکام کی تعریف کے مطابق، یہ وہ احکام ہیں جو نصوص کی بنا پر یقینی حیثیت رکھتے ہیں اور جن پر عمل کرنا واجب ہے، جیسا کہ قرآن وسنت اور صحابہ کرام کی پیروی سے واضح ہے۔

اگر کسی نے وقت، حالات یا معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد پر ایسے قطعی حکم میں تبدیلی کا امکان پیش کیا تو اس سے شرعی احکام میں نسخ (Abrogation) واقع ہو گا، حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کسی بھی قطعی حکم میں نسخ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے واضح انداز میں فرمایا: "وأما بعد موته واستقرار الشريعة

---

[13]۔ شاز، اسلام: مسلم ذہن کی تشکیل جدید 22۔

[14]۔ محمد بن أبي بكر أيوب الزرعي المعروف بابن القيم، إغاثة اللهفان (بیروت: دار ابن حزم، 1418 – 1997ء)، 330۔

فأجمعت الأمة أنه لا نسخ"[15]۔(نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد اور شریعت کے استقرار کے بعد تمام امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے کہ اب نسخ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ قطعی احکام جیسے کہ میراث میں بیٹی کا حصہ، واجب الادا اور غیر متغیر ہیں اور انہیں انسانی سوچ، زمانے یا سماجی حالات کے سبب تبدیل کرنے کی کوشش قرآن وسنت کے قطعی موقف کے منافی ہے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قطعی احکام میں کسی قسم کی تبدیلی کی رائے شرعی طور پر باطل اور غیر قابلِ قبول ہے۔

قرآن مجید میں نسخ کے بارے ڈاکٹر راشد شاز کا موقف:

ڈاکٹر راشد شاز کے نزدیک قرآن مجید ایک مکمل، غیر منسوخ اور ہر دور کے لیے جامع الہامی متن ہے۔وہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کا کلام بنیادی طور پر محکم، مبین اور ہم آہنگ ہے، اس لیے اس میں کسی آیت کو ناقابلِ عمل یا کالعدم قرار دینا، قرآن کی ابدیت اور اس کی داخلی وحدت کے خلاف ہے۔اسی تناظر میں وہ ادراکِ زوالِ اُمت میں لکھتے ہیں: یہ مفروضہ ہی باطل ہے کہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ یا ناقابلِ عمل ہے یا کسی آیت پر عمل کرنا ناجائز اور غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کا باعث ہے۔"[16]۔

اس اقتباس سے ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کا ہر حکم اپنی معنوی و عملی حیثیت میں برقرار ہے۔یہ نقطۂ نظر ان کے لیے نیا نہیں، بلکہ علامہ ابو مسلم اصفہانی اور برصغیر میں جناب مولانا امین احسن اصلاحی بھی اسی کے قائل رہے ہیں۔ان کے مطابق اگر کسی قرآنی آیت کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ منسوخ ہوگئی تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ پہلا حکم عبث یا وقتی تھا، جو اللہ کی حکمت اور قرآن کے کمال کے منافی ہے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وحی میں تناقض یا دو متضاد احکام کا اجتماع ممکن نہیں، لہٰذا قرآن کے اندرونی نسخ کا دعویٰ علمی طور پر قائم نہیں رہتا۔

اسی اصول کے تحت وہ ما ننسخ من آیۃ[17] جیسی آیات میں نسخ کو قرآن مجید کے بجائے سابقہ شریعتوں کے احکام کی تبدیلی کے معنی میں لیتے ہیں اور نسخ کو تحویلِ قبلہ یا پچھلی قوموں کے قوانین کے خاتمے کے طور پر سمجھتے ہیں۔ان کے نزدیک مفسرین وفقہا جہاں نسخ کے قائل ہوئے ہیں، وہ دراصل تدریجِ تشریع یا تربیتی مراحل کی توضیحات ہیں، حقیقی نسخ نہیں ہے۔اس فکری زاویے کے مطابق قرآن مجید اپنی تمام آیات کے ساتھ مکمل، دائمی اور غیر منسوخ حیثیت میں قائم ہے۔

قرآن مجید میں نسخ کے حوالے سے ڈاکٹر راشد شاز کے موقف کا تجزیہ:

ڈاکٹر راشد شاز اور اُن جیسے مفکرین قرآن کو ایک مکمل، دائمی اور غیر منسوخ کتاب مانتے ہیں اور نسخ کے نظریے کو وحی میں تناقض، اللہ کی حکمت سے ٹکراؤ اور قرآن کی وحدت کے منافی سمجھنا اور ما ننسخ من آیۃ جیسی آیات کی تفسیر سابقہ شریعتوں کی تبدیلی کے تناظر میں کرنا، روایتی وجمہوری تفسیر، اصولِ فقہ اور صحابہ وتابعین کی عملی تفہیم سے متصادم ہے۔نسخ کا مطلب اللہ کی حکمت یا علم میں تبدیلی نہیں، بلکہ یہ وقتی مصلحت، تربیتی تدریج اور امت کی ضرورت کے مطابق احکام کے تسلسل کا اظہار ہے، جیسا کہ نماز، شراب یا جہاد کے احکام میں تدریج کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے۔نسخ دراصل قرآن کی عملی حکمت اور تاریخی نزول کا حصہ ہے اور ما ننسخ من آیۃ جیسے واضح الفاظ سے بھی یہی مفہوم اخذ ہوتا ہے۔اس لیے نسخ کو تناقض یا قرآن کی کمی پر محمول کرنا علمی طور پر درست نہیں، بلکہ یہ قرآن کی تربیتی حکمت کا تسلیم شدہ اصول ہے، جسے سلف، ائمہ اور جمہور امت نے قبول کیا ہے۔

جناب مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی رقم طراز ہیں کہ:"جمہور اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایسی آیات موجود ہیں جن کا حکم منسوخ ہوچکا ہے، لیکن معتزلہ میں سے ابو مسلم اصفہانی کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ تمام آیات اب بھی واجب العمل ہیں۔ابو مسلم کی اتباع میں بعض دوسرے حضرات نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے اور ہمارے زمانے کے اکثر تجدد پسند حضرات اسی کے قائل ہیں۔چنانچہ جن آیتوں میں نسخ معلوم ہوتا ہے یہ حضرات ان کی ایسی تشریح کرتے ہیں جن سے نسخ تسلیم نہ کرنا پڑے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ موقف دلائل کے لحاظ سے کمزور ہے اور اسے اختیار کرنے کے بعد بعض قرآنی آیات کی تفسیر میں ایسی کھینچ تان کرنی پڑتی ہے جو اصولِ تفسیر کے بالکل خلاف ہے۔"[18]۔

قرآن مجید میں نسخ کا انکار ڈاکٹر راشد شاز کے فہمِ قرآن کے حوالے سے وضع کردہ اصولوں کے بھی خلاف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک قرآن مجید کو قرآن مجید ہی کے

---

[15]۔ محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح القرطبي، تفسير القرطبي (القاهرة: دار الكتب المصرية، 1384ھ - 1964 م)، 2 / 61۔

[16]۔ شاز، ادراکِ زوالِ اُمت، 1/126۔

[17]۔ القرآن: 2/106۔

[18]۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، علوم القرآن (کراچی: مکتبہ دارالعلوم کراچی، 2010ء)، ۱۶۴۔

ذریعے سمجھنا چاہیے۔اب قرآن کریم کی آیت:"ما ننسخ من آیة" [19] میں یا کسی دوسری آیت میں یہ وضاحت بالکل نہیں ہے کہ اس سے مراد سابقہ امتوں کے احکام کا نسخ مراد ہے۔اس لیے ڈاکٹر راشد شاز کا قرآن مجید میں نسخ کے حوالے سے تصور درست نہیں ہے۔

ڈاکٹر راشد شاز کا سبعۃ احرف کے بارے میں موقف:

ڈاکٹر راشد شاز سبعۃ احرف کے بالکل قائل نہیں ہے۔ان کے نزدیک سبعۃ اَحرف سے متعلق روایات اور ان کی روایتی تفسیری تاویلات قرآنی متن میں نسخوں میں تعداد، تغیر و تبدل یا وحی میں انسانی مداخلت کا تاثر پیدا کرتی ہیں، جو ان کے نزدیک قرآن کریم کی قطعی اور واحد الہامی حیثیت کے منافی ہے۔ان کے مطابق تاریخی تفاسیر میں اس موضوع پر پیدا ہونے والے اختلافات نے گویا یہ مفہوم پیدا کر دیا کہ قرآن ایک نہیں، کئی قراءتوں اور نسخوں کی صورت میں نازل ہوا تھا اور یہ بات بالواسطہ طور پر وحیِ ربانی میں تبدیلی، ترمیم یا منسوخی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

ڈاکٹر راشد شاز کا موقف ہے کہ حدیث کے ذخیرے میں سبعۃ احرف سے متعلق موجود روایات اور تاویلات کو قبول کرنا دراصل قرآن جیسے قطعی اور ابدی متن کو انسانی تجربے کا کھیل (بازیچۂ اطفال) بنا دینے کے مترادف ہے۔ان کی نظر میں وحیِ الٰہی اپنی اصل میں غیر متبدل، غیر مختلف اور واحد ہے، لہٰذا سبعۃ اَحرف کی وہ تعبیرات جو وحی کے متن میں کسی قسم کے تنوعِ لفظی، تبدیلی یا ترمیم کا تصور رکھتی ہوں، قرآن کی حفاظت اور ایک حرف پر استوار وحدتِ متن کے اصول سے متصادم ہیں۔ڈاکٹر راشد شاز نے سبعۃ احرف کے متعلق اپنا نکتہ نظر یوں پیش کیا:

> "سبعۃ احرف کے حوالے سے تفسیری ادب میں جو مختلف اور متضاد نوع کی بحثیں ہمارے تہذیبی سرمائے کا معتبر حصہ بن چکی ہیں ان پر ایک نظر ڈالنے سے بآسانی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روایات دراصل وحی ربانی کی ترمیم و تنسیخ پر منتج ہیں۔ان تاویلات کو قبول کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن جیسے عظیم صحیفے کو برضا و رغبت بازیچۂ اطفال بنانے پر صاد کہہ دیں"۔[20]

سبعۃ احرف کے بارے میں ڈاکٹر راشد شاز کے موقف کا تجزیہ:

قرآنِ کریم کے سبعۃ اَحرف پر نازل ہونے کا عقیدہ اسلامی علمی روایت میں ایک مسلمہ حقیقت ہے، جسے صرف فقہی یا تفسیری بحث نہیں کہا جا سکتا، بلکہ یہ موضوع متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:" إن القرآن أنزل على سبعة أحرف، فاقرءوا منه ما تيسر" [21]۔ (یقیناً قرآن مجید سبعۃ احرف پہ نازل کیا گیا، لہٰذا ان میں سے جو آسان لگے، اس کے مطابق پڑھ لیا کرو۔)

سبعۃ اَحرف کا انکار محض کسی ایک روایت کا انکار نہیں، بلکہ حدیث کے ذخیرے کے ایک پورے باب اور اس سے وابستہ اجماعی فہم کو رد کرنے کے مترادف ہے۔ سبعۃ اَحرف کو ساقطُ الاعتبار کہنا درحقیقت اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز کرنا ہے کہ قرآنِ کریم مصحفِ عثمانی کی صورت میں پوری امت کے درمیان جمع و مضبوط کیا جا چکا تھا۔ مصحفِ عثمانی کی تیاری احرف کے تنازع کو ختم کرنا نہیں تھی، بلکہ ایک معیاری رسم الخط پر امت کو مجتمع کرنا تھی، جس سے متنِ قرآن مزید محفوظ ہو کر پوری امت میں یکساں منتقل ہوا۔احرف کا اختلاف متن کے تحفظ کے خلاف نہیں، بلکہ عرب قبائل کے لسانی تنوع کے سبب نازل ہونے والی رخصت اور قرآن کی زبان میں موجود فصاحتی وسعت کی ایک دلیل تھی۔ [22]

سبعۃ اَحرف کی نفی نہ صرف حدیثی ذخیرے کے اہم حصے کو مشکوک بنا دیتی ہے، بلکہ اس سے آگے چل کر علمِ قراءات، اسنادِ قراءت، ضبطِ مصاحف اور امت کے طویل علمی تسلسل کو بھی غیر معتبر ٹھہرا دینا لازم آتا ہے۔علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ سبعۃ احرف کے ثبوت پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"إن الناظر في هذه الأحاديث الشريفة وما ماثلها يستطيع أن يقيم منها شواهد بارزة تكون منارات هدى ومصادر إشعاع ونور ترشده إلى ما عسى أن يكون هو الحق والصواب في بيان معنى

---

[19]۔ القرآن: 106/2۔

[20]۔ شاز، ادراکِ زوالِ اُمت، 1/121-122۔

[21]۔ محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري، صحيح البخاري، كِتَاب الخُصُومَاتِ، بَابُ كَلاَمِ الخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، 3 / 122۔

[22]۔ أبو محمد مكي بن أبي طالب حَمّوش بن محمد بن مختار القيسي القيرواني، الإبانة عن معاني القراءات (مصر: دار نهضة مصر للطبع والنشر)، 1 / 81۔

الأحرف السبعة " [23]۔(یہ احادیثِ مبارکہ اور ان جیسی دیگر روایات پر غور کرنے والا شخص ان سے نہایت واضح اور نمایاں شواہد اخذ کر سکتا ہے، جو اس کی راہنمائی کے لیے چراغِ ہدایت اور روشنی کے ایسے سرچشمے ثابت ہوتے ہیں جو سبعۃ اَحرف کے صحیح مفہوم تک پہنچنے میں اسے حق اور صواب کی طرف رہنمائی کریں۔)

اس لیے کہ قراءات کی پوری عمارت انہی اصولی نصوص اور صحابہ کے تعامل پر قائم ہے۔ اگر سبعۃ اَحرف ہی قابلِ قبول نہ رہے تو چودہ صدیوں کے حفاظ و قرّاء، محدثین اور مصنفین کی محنت پر مبنی پورا علمی ڈھانچہ غیر معتبر ہو جائے گا، جس کا علمی اعتبار کے کسی بھی اصول کے تحت دفاع ممکن نہیں، لہٰذا سبعۃ اَحرف کے انکار کا موقف نہ حدیثی منہج سے سازگار ہے، نہ تاریخی روایات و شواہد سے ہم آہنگ ہے، اور نہ ہی علومِ قرآن و قراءات کے مسلمہ اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے۔ صحیح علمی منہج یہی تقاضا کرتا ہے کہ سبعۃ اَحرف کے ثبوت کو متفقہ و مستند حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جائے۔

نتائج:

- ڈاکٹر راشد شاز کا مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کی کاوشیں قابلِ قدر ہیں۔
- قرآنِ مجید کے بعد فہمِ قرآن کا سب سے مستند، محفوظ اور متفق علیہ ذریعہ چونکہ حدیثِ رسول ﷺ ہے، اس لیے حدیث کی حجیت کو کم تر درجے پر رکھنا یا اسے فہمِ قرآن سے عملاً الگ کرنا اُس کلاسیکی و اجماعی نظامِ تفسیر کو بنیادی طور پر متاثر کرتا ہے، جس پر صدیوں کا علمی ورثہ قائم ہے۔ ڈاکٹر راشد شاز کا یہ موقف کہ وحی صرف قرآن تک محدود ہے اور حدیث قطعی حجت نہیں، اسی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ نقطۂ نظر نہ صرف تفسیری منہج کے تاریخی تسلسل سے ہٹ جاتا ہے، بلکہ فہمِ قرآن کی اس اصولی عمارت کو بھی کمزور کر دیتا ہے جو نصِ قرآنی کی توضیح و تشریح کے لیے نبوی سنت کو مرکزی حیثیت دیتی ہے، لہٰذا علمی و تاریخی دونوں اعتبار سے صحیح منہج یہ ہے کہ قرآن و سنت کو باہم مربوط اور تکمیلی مراجع کے طور پر تسلیم کیا جائے، تاکہ فہمِ قرآن کے جماعی و کلاسیکی ڈھانچے کی علمی سلامتی برقرار رہے۔
- قرآن کریم کی محکم آیتوں میں تغیر اور تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں، البتہ قرآن کریم کی وہ آیتیں جو معنی کے اعتبار سے ظنی اور محتمل ہیں، ان کی تشریح و تفسیر میں آرا کا اختلاف ہو سکتا ہے اور ان میں بیان کردہ احکام میں تبدیلی کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے، لہٰذا ڈاکٹر راشد شاز کا ہر قسم کے قرآنی حکم میں وقت اور زمانے کے لحاظ سے تبدیلی کا موقف علمی اعتبار سے درست نہیں ہے۔
- ڈاکٹر راشد شاز کی طرف سے قرآن مجید میں نسخ کا کلی انکار علمی اعتبار سے قابلِ قبول نہیں ہے، کیونکہ یہ اصولِ تفسیر کی مسلمہ مباحث کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں نسخ سے متعلق صریح آیات کی موجودگی کے باوجود اس کا انکار، ان کے اپنے فہمِ قرآن کے منہج سے بھی متصادم ہے۔ یہ موقف تاریخی و حدیثی شواہد کے کے خلاف ہونے کے ساتھ احکام میں موجود تدریجی اصول کی علمی حکمت سے بھی ہم آہنگ نہیں ہے۔
- سبعۃ احرف مسلمانوں کا ایک علمی ورثہ ہے۔ اسے مسترد نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ڈاکٹر راشد شاز کا اسے کلی طور پر مسترد کرنا درست نہیں ہے۔

سفارشات:

- فہمِ قرآن میں ڈاکٹر راشد شاز کے مناہج کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا گیا۔ اس لیے فہمِ قرآن میں ان کے تمام مناہج کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔
- ڈاکٹر راشد شاز کے کام کے تناظر میں تفسیری ادب میں موجود روایات کا از سرِ نو تنقیدی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔
- علوم القرآن کے اختلافی مباحث میں دو طرفہ دلائل کا تقابلی تجزیہ شائع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ و محققین کو مختلف نظریاتی و تفسیری رجحانات کے بین المتون تعلق، دلیل کے وزن، اور استدلالی خلا یا قوت کا علمی ادراک حاصل ہو سکے۔ اس سے نہ صرف علمی منہج میں توازن پیدا ہو گا، بلکہ معاصر قرآنی تحقیق میں اصولی وضاحت بھی بڑھے گی۔

[23]۔ محمد عبد العظیم الزّرقاني، مناهل العرفان في علوم القرآن (القاهرة: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه)، 1 / 145۔